بسم اللہ الرحمن الرحیم

لے کے ناں میں سوہنڑے رب دا کراں کلام بیان
مہر محبت کرنے والا اُچا اُسدا ناں

ھندکو مزاح نگاری

ھندکو مزاح نگاری

مؤلف
پروفیسر بشیر احمد سوزؔ

گندھارا ہندکو اکیڈمی، پشاور

جملہ حقوق بحق گندھارا ہندکو اکیڈمی محفوظ اُن

نام کتاب	ہندکو مزاح نگاری
مؤلف	پروفیسر بشیر احمد سوزؔ
موضوع	ہندکو مزاح نگاری
کمپوزنگ	مدنی اعجاز
سرورق	ثاقب حسین
سال اشاعت	2017ء
اہتمامِ اشاعت	محمد ضیاء الدین
	(جنرل سیکریٹری، گندھارا ہندکو بورڈ)
جی ایچ اے اشاعت حوالہ	F.152/2017
قیمت	600روپے
مطبع	گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور
پرنٹر	جی ایچ اے لیزر پرنٹنگ، پشاور
ISBN No.	978-969-687-183-5
ملڑیں دا پتہ	گندھارا ہندکو اکیڈمی، 2 چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن پشاور

گندھارا ہندکو اکیڈمی پشاور

2۔ چنار روڈ، آبدرہ، یونیورسٹی ٹاؤن، پشاور
www.gandharahindko.com

انتساب

ہندکو بولنے، پڑھنے تے لکھنے

والیاں دی

محبتاں دے ناں

....

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
1	ہندکومزاح نگاری (محمد ضیاءالدین)	6
2	حرفِ تشکر (بشیر احمد سوز)	7
3	ہندکوادب میں طنز ومزاح (بشیر احمد سوز)	9
4	چاربیتہ میں مزاح	11
5	ماہیے میں مزاح	19
6	نظم،غزل،قطعہ میں مزاح	25
7	ہندکونثر میں مزاح	36
8	زندگی کی اقدار کا تجزیہ نگار شاعر ۔ نیاز سواتی	40
9	محاورات اور ضرب الامثال سے مفاہیم کے نگینے تراشنے والا شاعر۔شریف حسین شاہ	55
10	کمال کی سترنگی شاعری ۔ کرنل فضل اکبر کمال	71
11	’’رفلیاں‘‘ سے ثقافت اور مزاح کو آبدار کرنیوالے فوجی شاعر۔کرنل(ر) خالد خان مہر	88
12	ہندکو کے سُر تال سے طنز ومزاح پیدا کرنیوالا شاعر ۔ قاضی ناصر بختیار خان	98
13	بحر واوزان سے بے نیاز مگر اِن میں مقید مزاح نگار ۔ بابر مسعود مغل	110
14	عوامی رنگ اور عوامی انداز سے طنز ومزاح کے مرقعے اختیار کرنیوالا۔ریاض طاہر	122
15	ہندکو زبان کا شیدائی ۔ اجمل نذیر	133
16	اپنی مٹی کی سوندھی خوشبو سے طنز ومزاح کی مہکار ۔ پروفیسر بشیر احمد سوز	142

ہندکومزاح نگاری

گندھارا ہندکو بورڈ پاکستان، پشاور اپنے قیام سے لے کر مسلسل کوشش کر رہا ہے کہ ہندکو زبان، ادب، ثقافت، تحقیق اور معاشرت کے حوالے سے ترقی کے سب پہلوؤں کو سمیٹتے ہوئے کامیابی کے زینے طے کرے۔ جدوجہد کا یہ کام اس لحاظ سے مشکل رہا ہے کہ صوبے میں اس کام کے لئے موافق فضاء میسر نہیں رہی۔ صوبے کی دوسری بڑی زبان ہونے کے باوجود ہندکو زبان وادب کی ترقی کے لئے کوئی ہندکو اکیڈمی، ہندکو سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، ہندکو ادبی بورڈ یا ہندکو ڈکشنری پراجیکٹ نہیں بن سکے۔ ہندکو زبان وادب کی ترقی کے حوالے سے جو بھی کام کیا گیا وہ افراد نے ذاتی حیثیت میں کیا اور اپنے ذاتی وسائل استعمال کر کے اپنی ادبی، علمی کاوشوں کو چھپائی کے مراحل طے کر کے کتابی صورت میں لا کر قارئین کے مطالعے کے لئے فراہم کیا۔ ان سب مشکلات کے باوجود یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں کتابیں چھاپی گئیں۔

گندھارا ہندکو بورڈ کا قیام 1993ء میں ہوا۔ اپنے قیام کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس بورڈ نے ہندکو زبان، ادب، ثقافت، علم، تحقیق کے کام کو مربوط طریقے سے آگے بڑھایا اور اس ترقی کے عمل کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش کی کہ اِن تحریروں کو کتابی صورت میں چھاپا جائے۔ بورڈ کی کوششوں سے گندھارا ہندکو اکیڈمی کا قیام ممکن ہوا اور گندھارا ہندکو اکیڈمی 2015ء سے ہندکو کے فروغ کے لئے کام کر رہی ہے۔

ہندکووان بڑے فراخدل واقع ہوئے ہیں وہ نا صرف اپنی مادری زبان ہندکو سے پیار کرتے ہیں بلکہ صوبے میں بولی جانے والی دیگر سب زبانوں سے بھی پیار اور محبت کرتے ہیں اور اُسی پیار و محبت کے حوالے سے گندھارا ہندکو بورڈ اور گندھارا ہندکو اکیڈمی نا صرف ہندکو کی کتابیں چھاپنے کا اہتمام کر رہی ہے بلکہ دوسری زبانوں کی وہ کتب بھی شائع کی جارہی ہیں جن کا تعلق ہندکو ادب، ثقافت اور معاشرت سے ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہ بورڈ اور اکیڈمی ہندکو کے علاوہ صوبے میں بولی جانے والی دیگر زبانوں کی کتب اور رسائل بھی شائع کر رہی ہے۔ خاص کر صوبے کی ان زبانوں پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے جو ہندکو کی طرح سرکاری سرپرستی سے محروم رہی ہیں۔

پروفیسر بشیر احمد سوز کہنہ مشق لکھاری ہیں اور اُن کی تحریریں مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ اُن کی موجودہ کتاب ''ہندکو مزاح نگاری'' مزاح نگاری کے حوالے سے ایک تحقیقی کاوش ہے جس میں اُنہوں نے کئی ہندکووان کہنہ مشق لکھاریوں کی مزاحیہ تحریروں پر تحقیق کے ساتھ ساتھ اُن کی مثالیں بھی پیش کی ہیں جو ایک قاری کیلئے علم کے ساتھ ساتھ شگفتگی اور لطافت کا سامان بھی میسر کر رہا ہے۔

محمد ضیاءالدین

جنرل سیکریٹری، گندھارا ہندکو بورڈ پاکستان، پشور

چیف ایگزیکٹیو کمیٹی، گندھارا ہندکو اکیڈمی، پشور

حرفِ تشکّر

ہندکو زبان صدیوں سے اُس انقلابی فکر کی آرزو مند رہی جو اُسے ادب کے سبزہ زاروں اور مرغزاروں تک لے جائے جہاں تخلیق و تحقیق کے سوتے پھوٹتے ہوں اور اِن چشموں کے پانیوں میں تمام اصنافِ ادب کی شیرینیوں اور مٹھاس یوں ملی ہوئی ہو کہ ہندکو وان بھی جرعہ جرعہ اِن کو اپنے وجود میں اُتارتا جائے اور وہ اپنے رگ و پے میں اِس زبان کی حلاوت اور اِس میں رچے بسے فکری سرمائے سے فیض یاب ہوتا چلا جائے۔

ہماری کم نصیبی اور کوتاہ نظری دیکھیئے کہ جو زبان صدیوں سے ہماری ہمسفر رہی ہم نہ تو اس کے خدوخال سنوارنے کے قابل ہو سکے اور نہ اِس کے آنچل کو دریدہ و بریدہ ہونے سے بچا سکے۔ گویا ہم اپنی ماں بولی کی حفاظت کرنے میں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے جس کا قلق ہمیشہ ہمیں مضطرب رکھے گا۔

ہمارا لوک ادب صدیوں کو محیط ہے مگر اس کی تلاش و جستجو میں بھی اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں بھی اُس مقام پر نظر نہیں آتے جہاں دوسری زبانوں کے محقق اور ماہرینِ لسانیات نظر آتے ہیں۔ بے شک ہم اِن حقائق سے روگردانی نہیں کر سکتے لیکن ایک احساسِ زیاں نے ہر صورت ہمیں بے چین ضرور کیے رکھا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہندکو زبان سے محبت کرنے والوں نے اِس احساس کی خلش کے نتیجے میں اپنی ماں بولی کے تحفظ کا عہد کر لیا۔ چنانچہ گزشتہ چند عشروں سے چند اہلِ علم و ادب کی جولاں گاہ میں ہندکو زبان کے پھریرے لہراتے آگے بڑھنے لگے۔ ہم اسے ہندکو زبان کی نشاۃِ ثانیہ کہہ سکتے ہیں۔

لوک ادب کے بے مثال اور دلآویز نمونے عہدِ حاضر کے دانشوروں اور قلم کاروں کے سامنے آنے لگے۔ جنہوں نے جدید شعراء اور ادباء کے افکار و جذبات کو اجاگر کرنے میں مہمیز کا کام کیا۔ چنانچہ تخلیق کے ایک نئے سفر کا آغاز ہوا۔ اس قافلے میں گندھارا ہندکو بورڈ کے ہزارہ سے تعلق رکھنے والے چند شوریدہ سر بھی شامل ہو گئے۔ جو تہی دست تھے مگر اُن کے جذبوں کی حرارت اور حدّت کا اندازہ لگانا محال تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اِن جذبوں نے فکر و نظر کے وہ اسالیب اختیار کر لیے جن کی مثال صوبہ خیبر پختونخوا میں کم ہی نظر آتی ہے۔ یہاں اگر یہ کہا جائے کہ ہندکو زبان کی سر بلندی کے لئے جو کام گندھارا ہندکو بورڈ، جناب ضیاء الدین اور اُن کے رفقاء کی کاوشوں سے منصّہ شہود پر نظر آتا ہے اُس کا نعم البدل تلاش کرنا مشکل ہے تو غلط نہ ہو گا۔

بے شمار کتب کی اشاعت، ہندکو زبان میں جرائد اور رسائل کی طباعت اور اشاعت، مشاعرے، مذاکرے اور علاقائی اور بین الاقوامی سطح کی کانفرنسیں، صوبہ خیبر پختونخوا کے مختلف شہروں اور اضلاح میں گندھارا ہندکو بورڈ کی

شاخیں(Chapters) کا قیام ایسے اقدام ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ الغرض ہندکو زبان و ادب کے فروغ میں گندھارا ہندکو بورڈ پشاور کی کارکردگی نمایاں بھی ہے اور معتبر بھی۔ گندھارا ہندکو بورڈ کے فکر و عمل کا کینوس وسیع، کشادہ اور معنی خیز ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اِس ادارے کے زیرِ اہتمام ہندکو، اُردو، اور انگریزی زبان میں لکھی گئی کتب بھی منظرِ عام پر آ رہی ہیں۔
میری دو کتب ''پتھروں میں جو گُل کھلاتے ہیں'' (اُردو) اور ''ہندکو مزاح نگاری'' گندھارا ہندکو بورڈ کی رہینِ منت ہیں۔ جن کی اشاعت کے لئے میں جناب ضیاء الدین اور اُن کے ادارے کا ممنونِ احسان ہوں۔

بشیر احمد سوزؔ

ھندکو مزاحیہ ادب

ہندکوادب میں طنز ومزاح

دنیائے ادب میں اگر کسی چیز کا قال ہے تو وہ ہے مزاح۔ خالص مزاح پیدا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اگر اردُو زبان وادب کی پوری تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو مزاح تخلیق کرنے والوں کی قحط سالی نظر آتی ہے۔ اس سے مراد معیاری مزاح ہے ورنہ تمسخر اور پھکڑ پن کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح طنز ومزاح کی آمیزش سے تخلیق کئے گئے ادب کی بھی شدید قلت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اس میں خالص مزاح لکھنے والوں کی نسبت دیگر معتبر تخلیق کار نظر آتے ہیں۔ البتہ معیاری ادب میں شمار ہونے والے صرف چند نام ہی رہ جاتے ہیں۔ ہندکو ادب تو صرف تین چار عشروں کو محیط ہے۔ ابھی تو ہندکو وان خود ہندکو زبان وادب کی طرف کماحقہ متوجہ نہیں ہوئے تو پھر اس میں مزاح یا طنز ومزاح کو تلاش کرنا اور معیاری ادب کی کسوٹی پر پرکھنا ہی عبث ہے۔ ہندکو دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں شمار ہونے کے باوجود ''بولی'' سے آگے نہ بڑھ سکی۔ زبانوں کی پرداخت اور نشو ونما میں صدیاں بھی کم پڑ جاتی ہیں۔ ہندکو ادب کی مثال تو اس طفل شیر خوار کی سی ہے جس نے ابھی ''پاڈ، پاڈ'' بھی نہیں سیکھی۔ ابھی تو اس میں اتنا ادب ہی تخلیق نہیں ہوا کہ ہم اسے زبان وادب کی صف میں لانے کا اعلان کر سکیں۔ ابھی تو اس کے رسم الخط پر بھی اطمینان بخش کام نہیں ہو سکا۔ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) جس میں ہندکو بولنے والوں کی تعداد دوسرے علاقوں کی نسبت بہت زیادہ ہے اور جہاں چند شعراء اور ادباء ہندکو زبان میں تصنیف وتالیف کے کام میں مصروف ہیں۔ طریقۂ تحریر (ہجّوں) کے معاملے میں کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچے۔ اسے اختلاف رائے کی بجائے حریفانہ اندازِ نظر کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے۔ چنانچہ اس کشاکش سے ابھی تک کسی ایسے رسم الخط پر اتفاق نہ ہو سکا جو سب کو قبول ہو۔ پس جس کو جس طرح سوجھتا ہے ہندکو لکھ رہا ہے۔ ان سارے اختلافات سے قطع نظر یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ کچھ لوگ اپنے اپنے انداز سے ہندکو تو لکھ رہے ہیں۔ اس کے لئے بے پناہ کام کی ضرورت ہے اور اسکی تشہیر واشاعت کی حد درجہ ضرورت ہے۔ تاکہ

ہندکو بولنے والوں کا مزاج ایسا بن سکے کہ اگر وہ تخلیق کے کٹھن مرحلے سے گزر نہیں سکتے تو کم از کم محبت اور دلبستگی سے ہندکو نگارشات کے قاری تو بن سکیں۔

ایسے حالات میں ہندکو لکھاریوں سے معرکتہ لآ را تخلیقات کی توقع رکھنا جو ادب عالیہ کی معروف تعریف کے مطابق ہو انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہندکو زبان ادب کی دنیا میں ابھی ایک نوزائیدہ بچے کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ہمیں اس کی پرورش کر کے اسے جواں سال اور توانا بنانا ہے۔پس ہمیں اس نوزائیدہ ادب سے وہ توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہئیں جو ہمیں دوسری مروجہ زبانوں سے ہیں۔ ہندکو زبان میں ابھی اتنا ادب ہی تخلیق نہیں ہوا کہ جس کے بل پر ہم اسے دوسری زبانوں کی صف میں کھڑا کر سکیں۔ ہزارہ میں تو صرف چند شعراء اور بہت کم ادباء کی نگارشات منصہ شہود پر آئی ہیں۔ یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ یہ تذکرہ باقاعدہ ہندکو لکھنے والوں کا ہے۔ممکن ہے کہ اور بھی کئی ادیب اور شاعر ہزارہ میں موجود ہوں جو تخلیقی عمل میں مصروف ہوں۔لیکن ہم اُن کے نام اور کام سے اس لئے واقف نہیں کہ یہاں کوئی اخبار یا جریدہ ایسا نہیں کہ جس میں اُن کی تحریریں شائع ہو سکیں۔اس لئے لوگ ان کے کام سے واقفیت نہیں رکھتے۔کچھ لکھاری ایسے بھی ہیں جو سنجیدگی سے ہندکو زبان کی طرف متوجہ نہیں۔کبھی کبھار اُن کی کوئی غزل یا نظم سننے سنانے میں آ جاتی ہے۔

ہزارہ میں اخبار ''جمہور''، ''منزل''،''شمال'' اور ''آج'' نے محدود وقت کے لئے ہندکو صفحات کا اجراء کیا تو کئی ایک شعراء اور نثر نگار سامنے آئے۔لیکن جلد ہی وہ پردۂ گمنامی میں چلے گئے۔بعض لکھاری تو محض منہ کا ذائقہ بدلنے کی غرض سے سامنے آتے ہیں لیکن جب انہیں قاری نہیں ملتا تو وہ ہندکو لکھنے سے ہی ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

دریں حالات ہندکو ادب میں طنز و مزاح کی تلاش وہ تقاضے پورے نہیں کر سکتی جن کی عام طور پر امید کی جاتی ہے۔ ہزارہ میں کم و بیش دو درجن ہندکو تصانیف (شاعری اور نثر) ہمارے سامنے ہیں۔جن کیا مصنّف سنجیدہ ادب تخلیق کرنے والے ہیں سوائے ایک دو کتب کے۔دو چار شعراء ایسے ہیں جن کے ہاں جزوی طور پر مزاح ملتا ہے۔اگر چہ ہزارہ کے ہندکو ادب سے مزاح کی تلاش آسان نہیں تاہم اس موضوع کے حوالے سے تخلیقی اور تحقیقی کام جاری ہے۔گندھارا ہندکو اکیڈمی نے اہلِ قلم کیلئے مواقع پیدا کر دئے ہیں کہ قلمکار ادب کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنے کیلئے مستعد نظر آنے لگے ہیں۔

بشیر احمد سوز

چاربیتہ میں مزاح

ہندکو کی قدیم اصناف میں چاربیتہ کو خاص مقام حاصل ہے۔ اگر ہم چاربیتہ کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں یا تو ''حقانی'' چاربیتے ملتے ہیں اور یا ''مجازی''۔ مجازی چاربیتوں میں ہم معاملات عشق اور ان سے متعلق محبوب کے حسن و ادا، عشوہ وغمزہ، اور اس کے رویوں کو موضوع بناتے ہیں۔ لیکن انہی مجازی چار بیتوں میں زندگی کے معاملات، حالات و واقعات اور روزمرہ مسائل بھی شمار کرتے ہیں۔ چار بیتے کی پوری تاریخ کی چھان پھٹک کی جائے تو ایک دو چاربیتہ گویان کے ہاں طنز ومزاح کے عناصر دکھائی دیتے ہیں۔ قیاس ہے کہ چاربیتہ کے عمومی تاثر میں شاید مزاح کی گنجائش ہی نہ تھی اس لئے چاربیتہ کہنے والوں نے اس جانب دھیان ہی نہیں دیا۔ لیکن پھر بھی چاربیتہ کی تاریخ کی ورق گردانی سے مزاح کے چند نمونے ہمیں مل ہی جاتے ہیں۔

۱۔ ایبٹ آباد کے ایک تاریخی گاؤں ڈھمتوڑ کے رہنے والے حبیب اللہ خان کے ہاں ہمیں طنز ومزاح ملتا ہے۔ حبیب اللہ خان نے اپنے ایک چاربیتے میں اُن اہل حرفہ یعنی اُن پیشوں کا ذکر کیا ہے جنہیں عہد قدیم سے کمتر سمجھا جاتا ہے اور ایسے پیشوں سے منسلک لوگوں کو عرف عام میں ''کمی یا کمنڑ'' کہا جاتا ہے۔ ان پیشہ ور لوگوں کی عادات اور رویوں کا حبیب اللہ خان نے خوب نقشہ کھینچا ہے جو لوگوں کا کام وقت پر نہیں کرتے اور اکثر ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے کام کاج میں حرج ہوتا ہے اور وہ ان پیشہ ور لوگوں سے سخت نالاں رہتے ہیں۔ ان میں جولا ہے، دھوبی، موچی، تیلی، ترکھان وغیرہ شامل ہیں۔ حبیب اللہ خان کے چار بیتے کی ایک کلی پیش کی جاتی ہے۔

بُہوں میں ڈٹھے کمنڑ جیہڑے لُٹ دے زمینداراں
ادھر بکدی نوں تے ادھر منگدے پورے یاراں
بُہوں میں ڈٹھ مست کے بندبناں ترکھانڑاں دا
ہل تے پھالا جُونٹ چنگا کم کردے پٹھانڑاں دا

قصہ چا کرو بیان گڈو وڈ اے بچ مرجانڑاں دا
سودائی اے حبیب اللہ خبراں چا کرو سرکاراں
ادھر بکدی نوں تے ادھر منگدے پورے یاراں

ایک دوسرے چاربیتے میں بھی وہ ایسے "کمنڑ" لوگوں پر بھرپور طنز کرتے ہیں۔

سُنڑ میریا شاگردا ذات نائیاں دی سیانڑی
گلی گلی پھر دے کچھاں نال رکھدے رچھیانڑی
شیشہ کنگھی رخدے تے اوہ چھنی پاندے پانڑی
ہٹی تے کٹھی روزی، اِسے تے اوہ کماندے نی

۲۔"ترہانڑا" کے محمد کاکا کے ہاں بھی مزاح کے نمونے ملتے ہیں۔ وہ ایک گائے کی ہجو لکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اکبر خان نے ایک سرُخ رنگ کی گائے خریدی۔ اتفاق سے وہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ بلکہ لاتیں مار مار کر برتن توڑ دیتی تھی۔ لیکن اکبر خان کو بڑی عزیز تھی۔ محمد کاکا ازراہ مذاق اس گائے کا تذکرہ اپنے ایک چاربیتہ میں کرتے ہیں۔

اکبرے کہدی گاں وایارو ملڑیں دی بہوں ماڑی اے
چُنڑ مکائیاں ڈولیاں اوہ کھڑ خصمی پاڑی اے
اکبرے کہدی گاں وا یارو سودا چوری دے نال کردا اے
آکھے ریہہ گیاں رُکھڑیاں میرا اندر ڈاہڈا سڑدا اے
روٹی اُتے مکھنڑ اوہ ہک نوالہ تھر دا اے
لسی منگڑ گیاں آکھے کچی کر کے سنگھوں لہاڑی اے
اکبرے کہدی گاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اکبرے کہدی گاں اوہ ہے وے رتّی لال

کوئی لکھ روپیہ دیوے اس دا ہک نہ دیوے بال
اتنا مُدا رکھ کے تے اُس لمی کیتی پال
رُڑنے والا موہڑہ گلی بچ بگیندی ناڑی اے
اکبرے کہدی گاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۳۔مشہور چار بیتہ گو خادی خان کا تعلق بھی دھمتوڑ سے تھا۔خادی خان کے چار بیتوں میں طنز و مزاح کا وہ رنگ ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔وہ اپنے زمانے کی ان عورتوں پر طنز کرتے ہیں جو کام کاج کی کھوٹی ہیں۔پرانے وقتوں میں تو گھر گرہستی میں طاق عورتوں ہی کو سسرال میں عزت ملتی تھی۔

استاد آخے شاگردا سنر بجڑو دا بیان
استادا مکاں سہی اے فکر بل کریں دھیان
استاد آخے شاگردا بجڑو کس طرحاں نال ہوندیاے
کلہوٹی بچوں آٹا کڈھ کے سکاپئی ملوندی اے
یا کردی ہک پاٹڑیا یا ہتھ مولوں یتھ دھوندی اے
کھڑ لاندی اے او چیڑے کھوکھلے کڈدیا کاّمان

اس زمانے میں عورتیں عام طور پر چرخہ کات کر سوت تیار کرتی تھیں اور جولاہے ان سے کپڑا بنا کر دیتے تھے بعض عورتیں یا چرخہ کاتنا ہی نہیں جانتی تھیں یا پھر جان بوجھ کر جان چھڑانے کیلئے بہانہ بازی کرتی تھیں ایسی عورتیں پھر پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں پر ہی گزارا کرتی تھیں۔

استاد آخے شاگردا بجڑو چرخہ مول نہ کتّے
دیکھ کے چیڑے لوکاں دے دل اندروں اسدا پھٹے
ٹھیرے اتوں لیراں چُنڑ کے چلڑیں اُتّے تھپّے

چنے پچھے کھل کے چونڑاں کڈھ دی اکّا مان

۴۔ترہانڑا کے فضل دین کے ہاں بھی طنز ومزاح کی کمی نہیں۔اُن کا مشاہدہ ہے کہ بعض مولوی ایسے حریص اور لالچی بھی ملتے ہیں جن کی نظر کسی زندہ وڈیرے اور خان کی نسبت وہ کہیں زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے جو مرتا ہے۔ شاعر کا خیال ہے کہ ایسے مولوی ہر دم بڑے لوگوں کے مرنے کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

یارب موٹا مرے جے کوئی، رج کڑاہی کھاواں
کافر پیٹ پھٹاواں کھا کھا موت شہادت پاواں
روٹیاں نال مسیت چڑھاواں، حلوے نال لماواں
کھوڑ پراٹھے اگے پئے ہوون، کھرلی بدھے کھاواں
کل سمندر شوراہووے، تے پتھر ہوون بیرے
کُڈ کُڈ ماراں چھالاں اندر اوتھے ہی لاواں ڈیرے

فضل دین اپنے ایک چار بیتے میں کچھ میراثیوں کا ذکر کرتے ہیں۔جنہیں موضع ''مسوال'' کے کسی شخص نے کچھ رقم پیشگی دے کر شادی کے موقع پر گانے بجانے کو کہا۔چنانچہ میراثیوں کی ٹولی شادی کے دن اس کے گھر پہنچ آئی۔خوب گانا بجانا ہوا۔لیکن کھانے کے وقت ان میراثیوں کو صرف دال اور وہ بھی بہت پتلی سے نوازا گیا۔بس پھر کیا تھا ایک میراثی نے وہیں فی البدیہہ چار بیتہ کہا جس سے اسکی پورے گاؤں میں عزت نہ رہی۔

سائی مانہہ آنڑ کے دتّی آ مسوالیا میر زمانا
شادی تے بُلا کے ٹھگی کر گیا ایں بے ایمانا
سائی مانہہ آنڑ کے دتّی آتے میں گیاں اُن دے نال
ویلا ایہا چاشکاہ دا پہنچ گیاں بچ مسوال
روٹی آنڑ کے رکھی نیں تے نال پتلی دتی نیں دال

عبد اللہ آکھڑاں کردا لالہ اس نچ ماراں چھال
چٹے کپڑے پا کے پھرن بڈے شُو نکارے نال
لوک جے سارے آکھدے جنڑے ذاتی دے کنگال

فضل دین کے ذیل میں دیئے ہوئے چار بیتے میں طنز ومزاح کا رنگ دیکھئے۔اس چار بیتے میں وہ یک پٹواری کے رویّے سے بہت ناراض ہیں۔اس چار بیتے میں محکمہ مال سے متعلق کئی چیزوں کا ذکر کیا ہے اور پٹواری کو ہدف بنایا ہے۔

عجب ڈٹھا پٹواری جمعبندی اس دی پھاری
تصدیق نہیں ہوندی ساری
جمعبندی دا شمار ملک پھر گیا اے کہار کہار
سنڑو بٹلے زمیندار
مت ہو جُلے جُلی مانا ایہہ حکم اے سرکاری
عجب ڈٹھا اے پٹواری

اسی طرح کسی مسافر شخص کو جب ''سر بھنے'' کے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا جب گاؤں میں کسی نے بھی کھانے پینے کا نہ پوچھا تو اس نے اپنی شاعرانہ طبیعت سے خوب کام لیا۔اور اس گاؤں کے لوگوں کا مذاق اڑایا۔(حالانکہ سر بھنّہ کے لوک مہمانداری میں کسی سے کم نہیں ہیں)

میں جے گیا سر بھنے دیکھ سنڑ کے ہوندے انّھے
لمبے لمبے پگڑ بنھ کے خان بیٹھے دے نکے
جے دیکھنڑ کوئی مزمان آکھدے چھپا وا میریئے رنّے
ساری دیہاڑی بیٹھا رہیاں